www.novelsclubb.com
دامن میں کوہ کے
از دائم علی
: novelsclubb
: read with laiba
03257121842

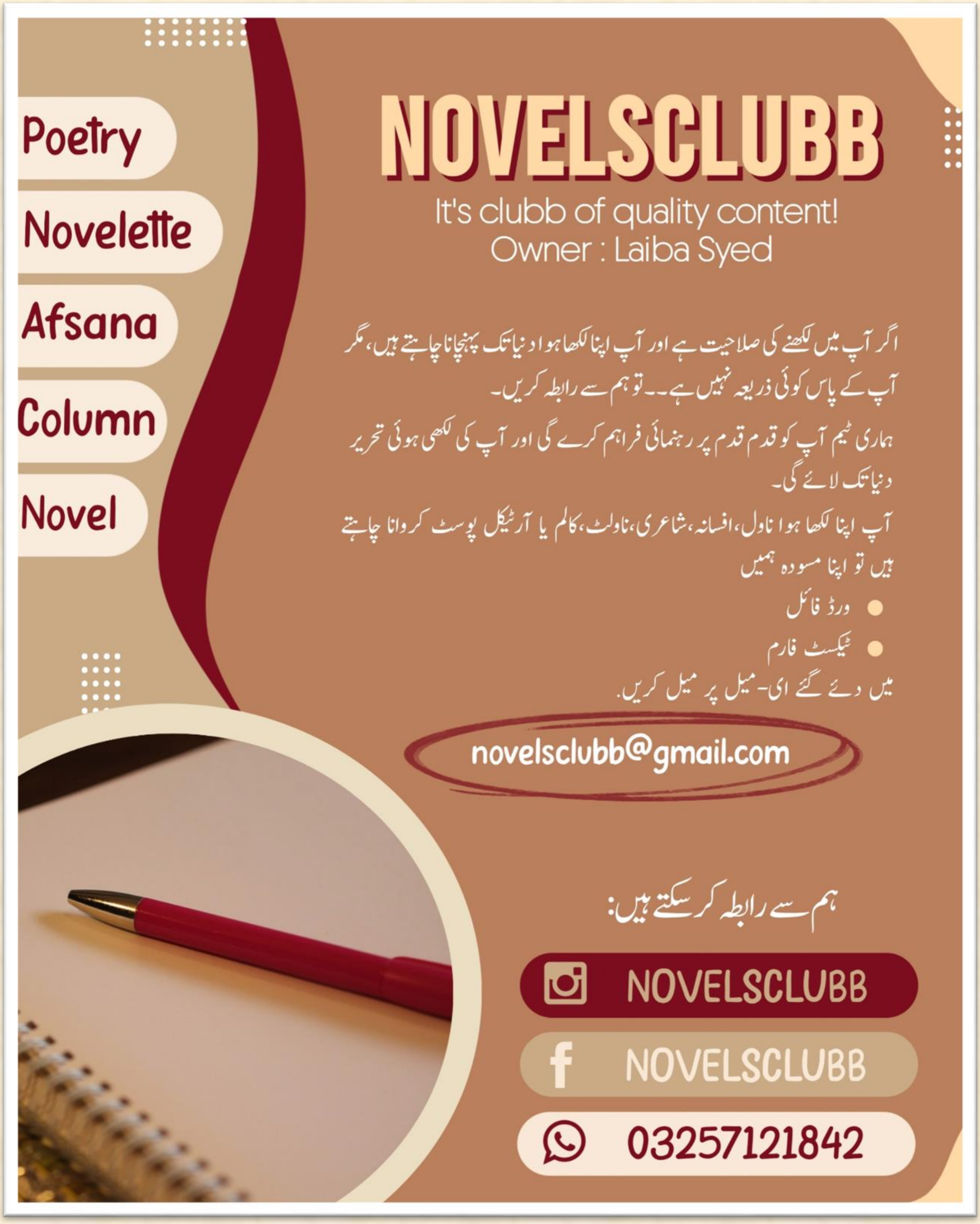
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

# دامن میں کوہ کے

## از قلم

## دائم علی

ناول "دامن میں کوہ کے" کے تمام جملہ حق لکھاری "دائم علی" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

دامن میں کوہ کے

مصنف: دائم علی

"مجھے نہیں معلوم کہ لوگوں کو پہاڑی علاقے کیوں پسند ہوتے ہیں مگر مجھے یہ پتا ہے کہ مجھے پہاڑ اپنی استقامت کی وجہ سے پسند ہیں۔"

میں نے ڈرائیو کرتے ہوئے بڑے جذب سے کہا۔ وہ میری بات پر ہنس دی۔

"بھئی واہ! مطلب اتنی خوبصورتی، اتنا سکون اور یہ سحر انگیز ماحول وغیرہ تمہارے لیے اہمیت نہیں رکھتا؟ پہاڑ استقامت کی وجہ سے پسند ہیں۔"

میری نقل اتارتے ہوئے وہ پھر کھلکھلا کر ہنسی۔

"اُفوہ۔۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ استقامت کی وجہ سے ہی تو یہ اپنے دامن میں باقی تمام چیزیں سمیٹے ہوئے ہیں۔"

میں نے اپنی بات کی وضاحت کی۔ اُس نے سر ہلا دیا اور گاڑی سے باہر بھاگتے ہوئے چیڑ کے درختوں کو دیکھنے لگی۔ موسم خوشگوار تھا کیونکہ یہی تو خاصیت تھی اس علاقے کی۔ میں موڑ پہ

موڑ کاٹتے ہوئے تھک رہا تھا اور وہ آرام سے بیٹھی مناظرِ فطرت کا لطف اٹھا رہی تھی۔ کتنے فائدے میں رہتی ہیں یہ خواتین۔ میں نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے سوچا۔

"دل چاہ رہا ہے یہیں رک جائیں۔ واپس اُسی شور شرابے سے بھری دنیا میں لوٹ کے کریں گے بھی کیا۔" وہ مسلسل باہر دیکھ رہی تھی۔

"تم سے زیادہ میرا دل چاہتا ہے رکنے کو مگر کیا ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر میں اکیلا آیا ہوتا تو کہیں بھی رک جاتا مگر اب۔۔۔" میں نے کنکھیوں سے اُسے دیکھا۔

وہ فوراً سے سیدھی ہوئی۔

"اوہ۔۔ تو تمہارے کہنے کا مطلب ہے میں تمہاری انجوائمنٹ میں خلل کا سبب ہوں؟"

"دیکھیے محترمہ میں بس یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ مرد تنہا ہو تو قدرت کے لطیف پہلوؤں سے قدرے آزادانہ مستفید ہو سکتا ہے تاہم آپ کا ہمراہ ہونا بندہ خاکسار کے لیے باعثِ مسرت و راحت ہے۔"

میں نے لہجے میں حد درجے کی انکساری و ملائمت سمو کر کہا تو وہ ہنسی چلی گئی۔ ہنسی بھی ایسی کہ گویا رباب کے تاروں کو چھیڑ دیا گیا ہو۔ کسی موسیقی کی مانند ٹھنڈی ہوا کی لہروں میں زائل ہو گئی۔

”سچ کہتی تھیں یونیورسٹی کی لڑکیاں۔ سامع چوہدری جملوں کی ملمع کاری میں ماہر ہے۔“

اس تبصرے پر میں بھی ہنس دیا۔ زندگی اُس پل خوشگوار محسوس ہوئی۔ پہاڑوں کا سینا چیرتی ہوئی تنہا سڑک، ارد گرد درختوں کا جھنڈ، سرمئی بادلوں سے ڈھکا آسمان، ٹھنڈی سرسراتی ہوئی ہوا اور ایسے میں گاڑی میں موجود اُس کا ساتھ۔ زندگی مکمل اور پر لطف تھی۔

”اگر انوار کمال سے ملاقات نہ ہو پائی تو یہاں آنا رائیگاں چلا جائے گا۔“ اُس کے لہجے میں ہلکی سی تشویش اُبھری۔

”خدا نے چاہا تو ضرور ملیں گے۔ ورنہ یہاں کی سیر ہی سہی۔“

دراصل ہم دونوں اسلام آباد کی ایک مشہور سماجی شخصیت انوار کمال سے ملنے آئے تھے۔ میری شریکِ حیات یتیم بچوں کے لیے پرائمری اسکول کھولنے جا رہی تھی اور اس واسطے ہمیں فنڈز اکٹھا کرنے تھے۔ انوار کمال سے ہماری جان پہچان کافی پرانی تھی۔ میں اور کرن

Clubb of Quality Content

جس یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہوئے تھے، وہ وہاں پروفیسر کے طور پر خدمات انجام دے چکے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ کرن کے دور پار کے رشتے دار بھی تھے۔انہوں نے ایک اچھی رقم دینے کا کہہ رکھا تھا۔ اسی سلسلے میں آج ہمارا اس طرف آنا ہوا تھا۔ آج ہماری ملاقات تو طے تھی مگر یہاں نیٹ ورک کا مسلہ تھا جس کی وجہ سے کال کرنا ممکن نہیں تھا۔

باہر بارش شروع ہو چکی تھی۔ ونڈ سکرین پر بار بار قطرے جمع ہوتے اور وائپرز انہیں ساتھ بہالے جاتے۔ ہم بس پہنچنے ہی والے تھے۔ جو جگہ ہمیں معلوم تھی وہاں تک تو ٹھیک تھا مگر انوار کمال کے ریزورٹ کا پتا نہیں تھا۔

"ایک بار پھر دیکھ لو نیٹ ورک بہتر ہوا کہ نہیں۔"

میری ہدایت پہ کرن نے فون اٹھا کر دیکھا اور پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

بارش تیز ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے فکر لاحق ہونے لگی تھی کہ اگر یونہی رہا تو منزلِ مقصود تک پہنچنا مشکل ہو جائے گا۔ مجھے یہ معلوم ہوتا کہ یہاں نیٹ ورک کا اتنا مسلہ ہے تو میں اس طرح بنا رستہ معلوم کیے نکلتا ہے نہیں۔ خیر اب کیا ہو سکتا تھا۔ ہم ایک گاؤں کی سڑک تک پہنچے تو میں نے گاڑی ایک سائڈ پر روک دی۔

Clubb of Quality Content

"کیا ہوا؟ یہاں کیوں رک گئے؟"

"یہاں کچھ دکانیں نظر آرہی ہیں۔ کسی سے آگے کا رستہ معلوم کرتا ہوں اور کچھ کھانے کو لاتا ہوں۔"

اُس نے سر ہلا دیا اور میں باہر نکل گیا۔ بارش کے قطرے مجھے بھگونے لگے۔ دکان سے معلوم پڑا کہ آگے راستہ بارش کے باعث خطرناک ہو سکتا ہے۔ کچی سڑک تھی جہاں پھسلن کا خدشہ تھا۔ میں واپس آیا تو کرن کال پر بات کر رہی تھی۔ شاید یہاں سگنل آتے تھے۔

"انوار سر ہیں۔ لو بات کرو۔"

اُس نے فون مجھے تھما دیا۔ انہوں نے بھی آگے جانے سے منع کر دیا کہ کچھ دیر یہیں ٹھہر کر بارش کے رکنے کا انتظار کر لو۔

"موسم اچھا ہے۔ جگہ بھی اچھی ہے۔ مگر کیا ہم پھنس چکے ہیں؟"

کرن نے غائب دماغی سے کہا۔

"ارے نہیں۔ ابھی بارش رک جائے گی تو آگے چلیں گے۔ لو پکوڑے کھاؤ۔ گرما گرم بن رہے تھے۔" میں نے لفافہ اُس کی جانب بڑھایا جسے اُس نے تھام لیا۔

”مجھے تو ایسی سادہ زندگی بہت پسند ہے۔وہ کیا خوب شعر ہے اقبال کا

مرتا ہوں خامشی پر یہ آرزو ہے میری

دامن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو

بالکل میرے جذبات کی ترجمانی کی گئی ہے۔“

میں نے پرجوش لہجے میں کہا۔وہ میری طرف دیکھے گئی۔

”یہ تو ہر کوئی کہتا ہے سامع۔ کون ہے جو اب وہ شور شرابے والی مصروف زندگی پسند کرتا ہو۔“

ہم یونہی باتوں میں وقت گزارنے لگے۔ بارش جاری تھی اور رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ کوئی گھنٹہ بھر بیت گیا تو انوار کمال کی کال آئی۔

”ہیلو۔سامع بیٹا اب تو مشکل ہے۔اگر بارش رک جائے تو بھی رستہ اتنی جلدی خشک نہیں ہو گا۔ تھوڑی دیر میں مغرب ہو جائے گی۔“

اُن کے لہجے میں تشویش تھی۔ مجھے خود بھی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ ہم کس جگہ ہیں تو میں نے باہر نکل کر ایک شخص سے اُن کی بات کروادی۔ مجھے جگہ کا علم نہیں تھا۔

وہ شخص بات کرنے کے بعد مجھے فون تھماتے ہوئے بولا۔

"جناب آپ میرے ساتھ چلیے۔ آپ ماسٹر جی کے مہمان ہیں۔ یہاں اتنی دیر سے کھڑے ہیں۔ مجھے معلوم ہوتا تو پہلے ہی آپ کو لے جاتا۔ یہاں پاس ہی میرا گھر ہے۔"

میں نے انکار کرنا چاہا مگر سمجھ نہیں آئی کہ کیا کہوں۔ انوار سر کو کال کی تو انہوں نے تسلی دی کہ یہ عرفان نامی شخص قابل بھروسہ ہے اور ہم اس کے ساتھ جا سکتے ہیں۔ میں نے حامی بھرلی کہ اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ میں نے واپس آکر کرن کو بھی بتادیا۔

قصہ مختصر ہم عرفان کے ساتھ چل دیئے۔ وہ بھاگ کر ایک چھاتا لے آیا۔ میں نے گاڑی وہیں لاک کردی تھی۔ پیدل چلتے ہوئے جوتے کیچڑ زدہ ہوگئے۔ خیر کچھ دیر بعد ہم تھوڑا اوپر جاکر ایک گھر کے احاطے میں داخل ہوئے۔ باہر لکڑی کی فینس لگائی گئی تھی اور احاطے سے آگے ایک برآمدہ تھا۔ برآمدے میں ایک ہی دروازہ دکھ رہا تھا۔ عرفان ہمیں کمرے میں

لے گیا۔ وہ کافی بڑا کمرہ تھا جو شائد بیٹھک کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ فرش کی جگہ مٹّی لیپ کی گئی تھی اور چھت لکڑی کے فریم اور لوہے کی چادروں پر مشتمل تھا۔ ہم سرخ رنگ کی دیسی چارپائی پہ بیٹھ گئے۔ عرفان اُسی کمرے کے دوسرے دروازے سے باہر نکل گیا۔ دوسری جانب گھر تھا۔ دروازے سے گھر کا برآمدہ دکھ رہا تھا۔ دائیں طرف کمرے تھے جو نظروں سے اوجھل تھے اور بائیں طرف ریلنگ لگائی گئی تھی کہ اس کے آگے گہرائی تھی۔

"کتنا سکون ہے یہاں۔"

کرن بھی میری طرح ارد گرد کا جائزہ لے رہی تھی۔ وہاں ایک عجیب سی مسرت محسوس ہو رہی تھی۔ مسکراہٹ تھی کہ لبوں سے جدا نہ ہوتی تھی۔ چند ساعتیں گزریں تو عرفان ایک بزرگ کے ہمراہ کمرے میں آیا۔ ہم نے اٹھ کر انہیں سلام کیا۔ وہ عرفان کے والد تھے۔ ہم نے انہیں ساری بات بتائی کہ ہم کہاں جا رہے تھے اور کیا ہوا۔ بات چیت شروع ہو چکی تھی۔

"چاچا ہمیں تو یہ جگہ بہت پسند آئی ہے۔ یہاں بہت سکون اور سادگی ہے۔"

”بیٹا باہر والوں کو یہ جگہیں بہت پسند آتی ہیں مگر ہماری جو نئی نسل ہے،اُن کو یہاں رہنا بالکل پسند نہیں۔“

وہ تاسف سے بولے تھے۔

”ارے،ایسا کیوں؟ کتنا قدرتی ماحول ہے یہاں کا۔“

”انہیں قدر نہیں ہے۔ ہم نے اپنی عمریں ان پہاڑوں میں گزار دی ہیں۔ اب تو روڈ بھی یہاں سے گزرتا ہے۔ کافی حالات بہتر ہو گئے ہیں مگر پھر بھی ہمارے جوان کہتے ہیں کہ شہر جانا ہے۔ان جنگلوں میں کیا رکھا ہے۔“

اُن کی بات سن کر ہمیں حیرت ہوئی۔ کیا واقعی انسان کو قدرت کی جانب سے ملنے والی نعمتوں کی قدر نہیں ہوتی؟

”شہر کی زندگی بھی بھلا کوئی زندگی ہے۔ ہم سے پوچھیں، سارا سارا دن مصروف گزر جاتا ہے اور ہنگامہ اتنا ہے کہ زندگی بھاگتی ہوئی لگتی ہے۔“

کرن نے اُن پر حقیقت واضح کی۔

Clubb of Quality Content

"ہم تو اپنے علاقے کو ہی اہمیت دیتے ہیں بیٹا۔ اب نفسا نفسی کا دور ہے۔ سب کو آسائشیں چاہئیں۔ پیسہ چاہیے۔"

وہ افسردہ ہی رہے۔ واقعی کہہ تو وہ ٹھیک رہے تھے۔ میں نے پھر موضوع بدل دیا۔ تھوڑی دیر بعد چائے آگئی۔ ذائقہ مختلف تھا۔ شاید بکریوں کے دودھ کی تھی۔ مغرب ہونے ہی والی تھی اور بارش رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"میری مانیں تو آپ رات یہیں گزار لیں۔ صبح آرام سے چلے جایئے گا۔ اس وقت واپسی کے لیے نکلنا بھی خطرے سے خالی نہیں ہو گا۔"

عرفان نے پیشکش کی مگر میں نے معذرت کر لی۔ ایسے کسی انجان کے گھر میں رہنا عجیب تھا۔ بہتر یہی تھا کہ ہم واپسی کے لیے نکلیں۔ مگر پھر انوار صاحب سے بات ہوئی تو انہوں نے بھی اسرار کیا۔ اُن کے مطابق عرفان اُن کا ملازم رہ چکا تھا اور وہ کافی عرصے سے اُس کی فیملی کو جانتے تھے لہذا فکر کی بات نہیں تھی۔ میں نے کرن سے مشورہ کیا۔ واپس جانا واقعی مشکل تھا۔ پھر وہ لوگ کافی مہمان نواز تھے یوں بار بار اُن کو منع کرنا بھی مناسب نہیں لگ رہا تھا۔ آخر رک جانے کا ہی فیصلہ ہوا۔

چائے کے بعد ہم دونوں باہر برآمدے میں آن کھڑے ہوئے۔ سامنے گہرائی تھی اور دوسری جانب پھر پہاڑ تھے۔ بیچ میں جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے گھر تھے جن کی روشنیاں روشن ہو چکی تھیں۔ ٹھنڈی ہوا تھی اور دلفریب نظارہ تھا۔ چیڑ کے اونچے درخت اور دور تک کھلا آسمان۔ بادلوں سے ڈھکا ہوا۔

رات ہوئی تو ہمیں کھانا دیا گیا۔ سبزی معلوم نہیں کیسی بنی ہوئی تھی لیکن بھوک کے باعث لذیذ لگ رہی تھی۔ ہم کھانا کھا چکے تو سونے کی جگہ بنا دی گئی۔ دیہاتی علاقہ تھا۔ وہاں لوگ جلدی کھانا کھاتے اور سو جاتے تھے۔ میں نے گھر فون کر کے اطلاع کر دی تھی کہ آج رات ہم نہیں آ سکیں گے۔

”صبح تک میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ اچانک یوں ہم کسی ایسی جگہ پھنس جائیں گے اور پھر یہاں ایسے رات بسر کریں گے۔ یہ تو بالکل کہانیوں جیسا لگ رہا ہے۔“

کرن مسکرا رہی تھی۔ واقعی یہ ایک نیا خوشگوار تجربہ تھا۔

”اچھی بات یہ ہے کہ تمہارا موبائل بند ہو گیا ہے۔ ورنہ تم ویڈیوز ہی بناتی رہتیں۔“

”اچھے مناظر کو کیمرے میں قید کرنا برا ہے کیا؟“

''نہیں، میں نے ایسا بھی نہیں کہا۔ بات یہ ہے کہ اچھے مناظر کو محسوس کیا جاتا ہے۔ کیمرے میں قید کرنا اتنا ضروری نہیں کہ انسان اصل لطف حاصل کرنا ہی بھول جائے۔''

ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ باہر سے کسی کی چیخنے کی آوازیں آنے لگیں۔ کرن نے میری طرف دیکھا۔ میں اٹھ کر دروازے کے پاس گیا۔ کسی عورت کی آواز تھی۔ میں نے دروازہ کھولا تو آواز واضح ہو گئی۔

''پتا نہیں کیا ہوا۔ خدا خیر کرے۔ عرفان بھائی سے پوچھوں مگر۔۔۔ کیا یہ مناسب ہے؟''

میں نے پلٹ کہ کرن سے پوچھا۔

''سامع وہ کسی مشکل میں بھی ہو سکتے ہیں۔ تم پوچھو تو۔''

اب رونے کی آواز بھی آ رہی تھی۔ کوئی اُسے خاموش بھی کروا رہا تھا۔ میں نے عرفان کو آواز دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ نمودار ہوا۔ میرے استفسار پر وہ اندر آ گیا۔

''معذرت جناب۔ پتا نہیں آپ لوگ کیا سمجھیں ہوں گے۔ اصل میں یہ میری بہن ہے۔ اُس کا دماغی توازن کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ اکثر ایسے ہی چلانے لگتی ہے۔''

وہ شرمندہ دکھائی دے رہا تھا۔

Clubb of Quality Content

''اوہ۔۔اللہ اُن کو صحت دے۔ میں نے اس لیے پوچھا کہ کوئی مسلہ نہ ہو گیا ہو۔''

''بس اللہ ہی بہتر کرے۔ ہمارے لیے تو روز کا معاملہ ہے۔''

''تو ان کا کوئی علاج وغیرہ نہیں کروایا کیا؟'' کرن نے بے اختیار پوچھا۔ میرے گھورنے پر اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

''جی علاج بہت لمبا چلتا ہے۔ یہاں سے اُس کو بار بار شہر لے جانا ممکن نہیں ہے۔ شروع شروع میں جب یہ مسلہ ہوا تو کوشش کی تھی مگر پھر آہستہ آہستہ عادت ہوتی گئی۔''

''مطلب اُن کو یہ مسلہ پیدائشی نہیں ہے؟''

''اصل میں بات یہ ہے کہ چند سال پہلے تک وہ اپنے شوہر کے ساتھ اچھی بھلی زندگی بسر کر رہی تھی۔ شادی کے آٹھ سال بعد بڑی دعاؤں سے اُس کے یہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ وہ بہت خوش تھی۔ اُس کا خواب تھا کہ اپنے بیٹے کو شہر لے جائے گی اور وہیں اُس کی پرورش کرے گی۔ سب نے سمجھایا کہ ابھی وہ بہت چھوٹا ہے کچھ عرصہ اُسے ننھیال ددھیال میں رہنے دو۔ وہ چار سال کا تھا کہ ایک دن اُس کو سانپ نے ڈس لیا۔ پہلے تو ہمیں معلوم ہی نہ ہو سکا کہ ہوا کیا ہے اور جب تک علامات ظاہر ہوئیں تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ ہم اُسے بر

وقت شہر نہ پہنچا سکے اور وہ جان کی بازی ہار گیا۔ میری بہن یہ صدمہ برداشت نہ کر سکی اور تب سے روز آنہ چیختی چلاتی ہے۔ اس جگہ کو منحوس کہتی ہے۔ اُس کے مطابق یہ پہاڑ ظالم ہیں۔ دماغی توازن بگڑنے کے بعد اُس کے شوہر نے اُسے ہمیشہ کے لیے ہمارے پاس بھیج دیا۔ وہ کہتی ہے کہ یہ پہاڑ اُس کے بیٹے کو چھپائے ہوئے ہیں۔"

عرفان نے ساری بات بتائی۔ یہ کافی افسوسناک تھا۔

"مجھے بہت افسوس ہوا۔ اللہ آپ سب کے لیے آسانی کرے۔"

"شاید وہ ٹھیک کہتی ہے۔ یہ پہاڑ باہر سے آنے والوں کو خوبصورت اور پر سکون لگتے ہیں مگر حقیقت میں یہ بہت ظالم بھی ہیں۔ یہاں زندگی بہت مشکل ہے اور ہر گزرتے دن کے ساتھ رائیگاں جاتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ جتنا یہ گاؤں چھوٹا ہے اتنے ہی یہاں مواقع کم ہیں۔ لگتا ہے جیسے کل دنیا ہی اتنی چھوٹی ہے۔ یہ پہاڑ جتنے خود سخت ہیں اس سے کہیں زیادہ یہاں کے رہنے والے سخت بننے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔"

مجھے اپنا کہا ہوا جملہ یاد آیا۔

(مجھے پہاڑ اپنی استقامت کی وجہ سے پسند ہیں)

میرے پاس کہنے کو الفاظ نہیں تھے۔ کچھ ایسی ہی حالت کرن کی بھی تھی۔

”عرفان بھائی۔۔۔۔ ہمیں لگتا تھا کہ یہ زندگی زیادہ اچھی ہے۔ مگر یہ اتنی مشکل ہے ایسا تو ہم نے کبھی سوچا ہی نہیں۔“

”آپ شہری لوگ ہیں۔ آپ کو سہولیات کی عادت ہے۔ کبھی کبھار اپنی مصروف زندگی سے وقفہ لینے کے لئے ان علاقوں کا رخ کرتے ہیں تو یہ بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ باہر سے آنے والوں کا ذہن یہاں کھلتا ہے لیکن یہاں رہنے والوں کا بند ہوتا چلا جاتا ہے۔ لوگوں کے لیے سہولیات کا نہ ہونا ایک عذاب کی طرح ہے۔ میری بیٹی میٹرک سے آگے تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہے مگر یہاں رہ کر یہ ممکن نہیں۔ میں والد صاحب سے کہتا ہوں کہ ہم جیسے تیسے شہر چلے جاتے ہیں مگر اُن کو لگتا ہے کہ ہمیں اپنے علاقے کی قدر نہیں۔“

وہ بولتا گیا تھا۔ شاید اندر کے جذبات تھے جو کبھی بیان نہیں کیے گئے تھے۔

”اُن کے نقطہ نظر سے اُن کی بات بھی بے جا نہیں ہے مگر میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ کو چلے جانا چاہیے۔ ہر شخص کو اپنی زندگی بہتر کرنے کا حق حاصل ہے۔ اُن کو کسی طرح قائل کریں اور یہاں کی کہانیوں کو یہیں دفن کر جائیں۔“

میں نے اس کو حقیقت پسندانہ مشورہ دیا۔ کرن نے بھی دلجوئی کی۔ وہ کچھ دیر بعد چلا گیا اور ہم سوچتے رہ گئے۔

اگلے دن جب ہم انوار کمال کے ریزورٹ کی جانب نکلے تو تب بھی موسم ابر آلود ہی تھا۔ لیکن دل کو بھلا محسوس نہیں ہوتا تھا۔

"ایک پڑاؤ نے ہمارا مزاج کس قدر بدل دیا ہے ناسامع!"

کرن کی نگاہیں اب بھی باہر بھاگتے ہوئے چیڑ کے درختوں پر تھیں۔ میں نے ایک سرد آہ خارج کی۔

"کیا واقعی دامن میں کوہ کے رہنا اتنا خوشگوار ہے جتنا ہم سمجھتے ہیں؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

---------------------

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842